مجددالفؒ ثانیؒ کی مذہبی فکر کے تحفظ و فروغ میں ڈیرہ غازی خان کے صوفیاء نقشبند کا کردار

The Role of Naqshbandi Sufis of Dera Ghazi Khan in the Preservation and Promotion of the Religious Thought of Mujaddid Alf Thani

1. **Manzoor Husain**	2. **Dr. Manzoor Ahmad**
PhD Scholar,Department of Islamic Studies & AArabic, Gomal University, Dera Ismail Khan.	Assistant Professor, Islamic Studies & Arabic Department, Gomal University, D. I. Khan
Email: manzoor67@yahoo.com	**Email:** drmanzoor67@yahoo.com

3.Dr Najamuddin Bhutto , Subject specialist (islamiat) ,IBA Public School Larkana **.** Email : najmashrafi@gmail.com

---

To cite this article:

1.Manzoor Hussain, 2. Dr.Manzoor Ahmed.
, July – Dec Vol.6 , Issue .2 (2025) Urdu
Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, 6(2),17-30 Retrieved from
https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

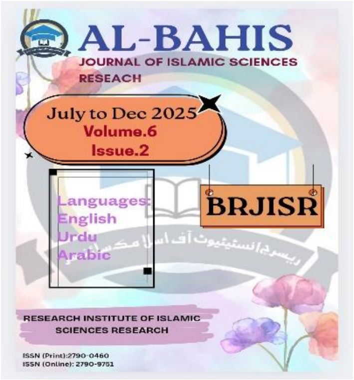

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

مجدد الف ثانیؒ کی مذہبی فکر کے تحفظ و فروغ میں ڈیرہ غازی خان کے صوفیاء نقشبند کا کردار

The Role of Naqshbandi Sufis of Dera Ghazi Khan in the Preservation and Promotion of the Religious Thought of Mujaddid Alf Thani

Abstract

The preservation and dissemination of the religious thought of Mujaddid Alf Thani (Shaikh Ahmad Sirhindi) has remained a subject of great significance both during his lifetime and in subsequent centuries. His reformist movement sought to safeguard the fundamental Islamic beliefs of Tawheed, Prophethood, and the Hereafter, establishing a clear and firm stance against deviations and innovations. His intellectual and spiritual efforts provided a solid foundation for the stability of Sunni orthodoxy in the Indian subcontinent. The Naqshbandi Sufi order, closely associated with his teachings, played a vital role in spreading and sustaining his reformist vision across various regions.

In the southern Punjab region, particularly in Dera Ghazi Khan, Naqshbandi Sufis became instrumental in promoting Mujaddid Alf Thani's religious ideology. They combined spirituality with social reform, emphasizing purification of the soul, remembrance of Allah, and strict adherence to Shariah. Their contributions not only reinforced the reformist legacy of Mujaddid Alf Thani but also shaped the religious and cultural fabric of the region. This study critically explores the intellectual and spiritual influence of the Naqshbandi Sufis of Dera Ghazi Khan in preserving and transmitting the teachings of Mujaddid Alf Thani in the local context.

Keywords: Mujaddid Alf Thani, Naqshbandi Sufis, Dera Ghazi Khan, Islamic Revivalism, Religious Thought

مجدد الف ثانی کی مذہبی فکر کا تحفظ نہ صرف ان کے عہد میں بلکہ بعد کے ادوار میں بھی ایک اہم موضوع رہا ہے۔ آپ نے اپنی اصلاحی تحریک کے ذریعے اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولوں کی حفاظت کی، خاص طور پر توحید، نبوت، اور معاد جیسے مسائل پر واضح اور مضبوط موقف اختیار کیا۔ آپ کی کوششوں نے برصغیر میں اہل سنت وجماعت کے عقائد کو مستحکم کیا اور فرقہ واریت سے بچاؤ کی ایک مضبوط بنیاد رکھی۔ آپ کی یہ تحریک نہ صرف علماء اور متبعین کے درمیان قبولیت حاصل کیئیے ہوئے تھی، بلکہ صوفیاء اور روحانی شخصیات نے بھی اس کی حمایت کی، کیونکہ آپ کی دینی فکر میں تصوف کے اصولوں کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا۔

ڈیرہ غازی خان ڈویژن، جو کہ جنوبی پنجاب کے ایک اہم علاقے کے طور پر جانا جاتا ہے، یہ صوفیاء کے لیے ایک تاریخی مرکز رہا ہے۔ یہاں کے صوفیاء نے روحانیت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور پیغام سے معاشرتی و دینی اصلاحات کی کوششیں کیں۔ ان صوفیاء میں خاص طور پر نقشبندی سلسلے کے پیروکاروں نے مجدد الف ثانی کی فکر کا احیا کیا اور اسے مقامی سطح پر پھیلانے اور تحفظ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ نقشبندی سلسلہ مجدد الف ثانی کی دینی فکر سے ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے ایک ایسا روحانی نظام ہے جس میں تزکیہ نفس، اللہ کی یاد، اور شریعت کی پیروی پر زور دیا جاتا ہے۔

زیر نظر آرٹیکل میں ہم ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے صوفیاء نقشبند کے کردار کا تفصیل سے جائزہ لیں گے، جو مجدد الف ثانی کی فکری و دینی تحریک کے حامی تھے اور اسے اپنے علاقے میں مضبوطی سے فروغ دینے میں سر گرم عمل رہے۔ ان صوفیاء کے اس کردار کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ کس طرح مجدد الف ثانی کی احیائے دین کی تحریک کو انہوں نے زندہ رکھا اور اپنے اپنے علاقہ و زمانہ میں اس کو معاشرے میں اپنایا اور فروغ دیا۔

ذکر اللہ کی تلقین: اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اہمیت قرآن و حدیث میں بار بار بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ۔[1] "(اے محمد ﷺ! یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔ کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اور خدا کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُسے جانتا ہے››

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔[2] "اے اہل ایمان خدا کا بہت ذکر کیا کرو"

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يقول الله تعالى: أَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ."[3]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک بندہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر میں متحرک رہتے ہیں، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

حضرت خواجہ حافظ محمد عبداللہ نقشبندی ہمیشہ اپنے مریدین کو فرماتے تھے:

"فقیرو! اللہ اللہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑی برکت ہے۔"

آپ نے فقیروں سے متوجہ ہو کر فرمایا: "آپ ہی تو کہتے ہیں کہ وتبارک اسمک "کوئی زور سے کہے تو کوئی حرج نہیں، ہر حال میں اللہ اللہ کیا کرو۔ جو دم غافل سو دم کافر"[4]

قرآن مجید کی تلاوت: حضرت خواجہ حافظ محمد عبداللہ قرآن کریم کی تلاوت پر زور دیتے اور یہ حدیث مبارکہ اکثر بیان کرتے تھے۔

"عن أبي ذر، قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يا أبا ذر، لأن تغدو فتعلم آية من كتاب الله خير لك من أن تصلي

---

[1]۔القرآن 29 : 45

Al-Quran 29 : 45

[2]۔القرآن 33: 41

Al-Quran 33 : 41

[3]۔ابن حنبل، أحمد، الإمام (164 - 241ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، بيروت، 2001ء، رقم الحدیث 10968

Ibn Ḥanbal, Aḥmad, al-Imām (164–241 AH), Musnad al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal, Mu’assasat al-Risālah, Beirut, 2001, ḥadīth no 10968

[4] احمدانی محمد شفیع، فقیر، مقامات درویش، ناشر ندارد، س۔ن، ص 56

Aḥmadānī, Muḥammad Shafī‘, *Maqāmāt Darwīsh*, Nadā Rad, s.n., p 56

تصلي مائة ركعة، ولأن تغدو فتعلم من العلم عمل به أو لم يعمل خير من أن تصلي ألف ركعة"[5]

(حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تو صبح کو جا کر کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھے یہ تیرے لیے سو رکعت نماز سے بہتر ہے اور تو صبح جا کر علم کا ایک باب سیکھے۔ خواہ اس پر (اسی وقت) عمل کرے یا نہ کرے یہ تیرے لیے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔)

قرآن کریم کی تلاوت کے بارے میں مولانا علی المرتضیٰ نقشبندی فرماتے ہیں:

"جو کوئی چاہے کہ میں اللہ تعالی سے باتیں کروں تو اسے چاہیے کہ وہ تلاوت قرآن مجید کرے۔ ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ الم تین حروف ہیں، اس لیے ان کی تیس نیکیاں ہیں۔ کچھ نہ کچھ روزانہ تلاوت قرآن مجید کرنا ضروری ہے۔ ہر حال میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو۔"[6]

جماعت کی طاقت اور صحبت کا اثر: قرآن و حدیث میں جماعت کا تصور بہت واضح ہے اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جڑے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر کہا گیا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور فرقوں میں نہ بٹو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اللہ کی رسی سے مراد جماعت لیتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں جماعت کو پکڑنے کا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عليكم لجماعة وإ كم والفرقة فإن الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين أبعد"[7]

"تمہارے اوپر واجب ہے کہ تم جماعت کو لازم پکڑے رہو اور تفرقہ بازی سے بچو کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو لوگوں سے دور رہتا ہے"

کسی بھی معاشرے میں انسان پر اس کی صحبت کا اس پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ خواجہ حافظ محمد عبداللہ نقشبندی ؒ نے فرمایا:

"اینٹ سے اینٹ پکتی ہے۔ اکیلی اینٹ پکانے میں کافی وقت اور ایندھن صرف ہوتا ہے مگر پھر بھی صحیح نہیں پکتی۔ یعنی صحبت سے رنگ معرفت کامل حاصل ہوتا ہے۔ خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یعنی کہ ذکر اللہ کرنے سے حصول کمال ممکن ہو جاتا ہے جبکہ ذاکرین ایک ساتھ ذکر کریں۔"[8]

---

[5]۔ القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، طبع اول، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، 1430ھ، رقم الحدیث: 219، ج1، ص148

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd, Sunan Ibn Mājah, 1st ed., Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, Beirut, 1430 AH, ḥadīth no. 219 ,Vol. 1, p 148

[6]. نقشبندی، علی مرتضی، کشکول گدائی، مکتبہ ندارد، سن ندارد، ص78

Naqshbandī, ʿAlī Murtazā, *Kashkūl-i Gadāʾī,* Maktabah Nadārad, s.n., p 78

[7]۔ نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، طبع اول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ، رقم الحدیث: 9225، ج5، ص389

Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb, *Sunan al-Nasāʾī,* 1st ed., Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, 1411 AH, ḥadīth no. 9225, vol. 5, p 389

[8]. مقامات درویش، ص56

Maqāmāt Darwīsh,p 56

جماعت کی طاقت کے بارے میں ایک اور جگہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"عن معاذ بن جبل، أن نبي صلى عليه وسلم قال: " إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم، خذ الشاة القاصية".[9]

" حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا" شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے، وہ ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکری کو ہی پکڑتا ہے"۔

اللہ تعالی سے مانگنے کا طریقہ: بندوں کا مانگنا اور اپنی محتاجی کا اظہار کرنا اللہ پاک کو بہت پسند ہے، وہ ایسی ذات ہے جنہیں نہ مانگنے پر غصہ آتا ہے۔وہ نہ مانگنے والے پر زندگی تنگ کر دیتے ہیں تو پھر وہ مانگنے لگتا ہے۔اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:"قال رسول صلى عليه وسلم من فتح له منكم ب الدعاء فتحت له أبواب الرحمة".[10]

(جس آدمی کے لئے دُعا کا دروازہ کھل گیا اُس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے۔)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَة".[11]

"دُعا تو عبادت کا مغز اُس کی روح اور جان ہے"۔

اللہ تعالی سے دعا مانگنے کے طریقہ کے بارے میں خواجہ حافظ محمد عبداللہ نقشبندی ؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالی سے مانگنا چھوٹے بچے سے سیکھیں۔اپنی ضرورت کی چیز نہ ملنے تک روتا رہتا ہے۔آخر اس کا کام بن جاتا ہے۔آپ بھی رو کر اللہ تعالی سے مانگا کریں پھر دیکھیں کہ کام بنتا ہے کہ نہیں۔[12]

باجماعت نماز کی پابندی: آپ ہمیشہ اپنے مریدین اور مخلصین کو نماز کی تاکید فرماتے۔خصوصا نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین فرماتے۔ایک روز خواجہ حافظ محمد عبداللہ نقشبندی نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے سات سال تک نماز جماعت سے فوت نہیں ہونے دی۔اب اگر جنگل میں بھی جاؤں تو نماز جماعت سے حاصل ہو جاتی ہے اور 12 سال تک کسی سے سوال نہیں کیا۔اس کی برکت یہ ہے کہ ہے جنگل میں بھی جاؤں تو اللہ تعالی لنگر کا سامان اسی جگہ عطا کر دیتا ہے اور ہوائی رزق آ جاتا ہے"

آپ کمزوری کے باوجود نماز باجماعت کی پابندی فرماتے۔آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمانؒ آخری عمر میں بیمار ہوئے اور سخت بدنی کمزوری کی وجہ سے مسجد میں تشریف لانے سے معذور تھے۔مگر ذوق جماعت اس قدر غالب تھا کہ خادمین کو فرمایا کہ مجھے مسجد میں لے چلو۔دو خادم حاضر ہوئے اور

---

[9]۔الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، طبع اول، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1421ھ، رقم الحدیث: 22029، ج36، ص358

Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad*, Mu'assasat al-Risālah, Beirut, 1421 AH, ḥadīth no. 22029, vol. 36, p 358

[10]۔ترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسیٰ، جامع ترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء، رقم الحدیث: 3548، ج5، ص444

Tirmidhī, Muḥammad ibn 'Īsā, Jāmi' al-Tirmidhī, Dār al-Gharb al-Islāmī, Beirut, 1998 ḥadīth no. 3548, , vol. 5, p 444

[11]۔سننِ ترمذی: باب فضل الدعاء، رقم الحدیث 3371

Sunan al-Tirmidhī, Bāb Faḍl al-Du'ā', ḥadīth no 3371

[12]۔مقامات درویش، ص50

Maqāmāt Darwīsh, p 50

حضرت خواجہ کے دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو مسجد کی طرف لے چلے۔ زمین پر آپ کے قدموں کے نشانات بنتے جاتے تھے۔ مسجد میں پہنچ کر آپ کو بٹھادیا گیا۔ جب اقامت ہوئی تو حضرت نے فرمایا مجھے اٹھادو چنانچہ خادموں نے آپ کو اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ امام نے تکبیر تحریمہ کہی تو حضرت بھی تکبیر تحریمہ میں شامل ہوئے۔ پھر پوری نماز میں نہایت مستعدی سے خود اٹھتے بیٹھتے رہے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے نوجوان نماز پڑھ رہا ہے نماز سے فراغت کے بعد پھر پہلی بے طاقتی لوٹ آئی اور حضرت خواجہ خادموں کا سہارا لے کر تسبیح خانہ میں تشریف لے گئے۔

کیونکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا دارو مدا اتباع شریعت اور سنت کریمہ کی پابندی پر ہے لہذا حضرت خواجہ غلام حسن نے بھی اسی پر عمل فرمایا کیونکہ حضور سرکار دوعالم ﷺ بھی بیماری کی حالت میں اسی طرح مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے۔[13]

شریعت مطہرہ کی پابندی: خواجہ غلام حسن سواگؒ ہمیشہ شریعت مطہرہ کی پابندی فرماتے اور اپنے خلفاء اور مریدین کو بھی تاکید فرماتے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "میں موسی زئی شریف سے واپس آرہا تھا کہ جنگل میں نماز کا وقت ہوگیا۔ میں اکیلا تھا۔ ایک چرواہے کو چار آنا کی رقم دے کر اس کو نماز سکھائی اور تیمم کرواکے اپنے ساتھ نماز پڑھائی تاکہ جماعت کا ثواب فوت نہ ہو"[14] آپ نے جنگل میں بھی سنت کریمہ پر عمل پیرا ہو کر اس حقیقت کو ثابت فرمایا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا دارو مدار شریعت مطہرہ کی پابندی پر ہے۔

در مسجد کو لازمی پکڑو: حضرت خواجہ غلام حسن ساری زندگی ہمیشہ عرس مبارک موسی زئی شریف میں تشریف لے جاتے رہے۔ ابتدائی ایام میں آپ جامعہ مسجد کلاں مولانا مولوی احمد مرحوم میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ غلام حسن اسی جگہ مسجد میں تشریف لائے اور وضو فرمارہے تھے۔ برادر طریقت حاجی تصدق حسین جو کہ آپ کے مخلص درویشوں میں تھے اور ایک شخص مسمی غلام محمد دایہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ دعا کے متعلق عرض کیا گیا۔ آپ نے اس غلام کو مخاطب ہو کر فرمایا: "اگر تم نے مسجد کو نہ چھوڑا تو دنیا دیکھے گی۔"[15] آپ نے کس طرح اس پر شور اور فتنہ کے زمانے میں تبلیغ اسلام فرمائی۔

دوران نماز صفیں درست رکھنا: حضرت خواجہ غلام حسن اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام سے پہلے سجدہ میں جانا اور نماز میں صفوں کا ٹیڑھا ہونا مکروہات نماز میں سے ہے۔ اس لیے صفوں کو سیدھا کرنے میں بہت اہتمام فرماتے اور تمام حاضرین نے جماعت کو مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے کہ جماعت میں صف ٹیڑھی ہو تو دل ٹیڑھا ہو جاتا ہے اور برے خیال آتے ہیں۔ یہ بھی تاکید فرماتے کہ صف میں مقتدی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں اور ان میں فاصلہ نہ ہو اگر درمیان میں فاصلہ ہو تو اس جگہ شیطان گھس آتا ہے اور دل میں فاسد خیالات ڈالتا ہے۔[16]

---

[13]. ایضاً، ص191

Ibid , p 191

[14]. الحسنی، احمد حسن، صاحبزادہ، فیوضات حسنیہ، مکتبہ حسنیہ مجددیہ دربار عالیہ سواگ شریف ضلع لیہ، 199؟، ص184

Al-Ḥasanī, Aḥmad Ḥasan, Fuyūḍāt-i Ḥasanīyah, Maktabah Ḥasanīyah Mujaddidiyyah, Sawāg Sharīf, District Layyah, 199?, p 184

[15]. ایضاً، ص197

Ibid , p 197

[16]. ایضاً، ص185

حوصلہ اور برداشت: ہم آج جس دور سے گزر رہے ہیں وہ بظاہر سائنسی ایجادات، سہولتوں اور آسائشوں سے مالا مال ہے۔ اپنی خواہشات اور مطالبات کو چند لمحوں میں پورا کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود، ہماری زندگیاں بے بسی، بے سکونی، بداخلاقی، مایوسی، اضطراب، ڈپریشن، عدم تحفظ اور عدم استحکام کا شکار ہو چکی ہیں۔

جیسے جیسے ہماری مادی سہولیات میں اضافہ ہو رہا ہے، ویسے ویسے ہمارے معاشروں سے اخلاقیات، برداشت، رواداری اور بھائی چارے کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ہم نے "طاقت" کو ہی اصل اصول سمجھ لیا ہے اور زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں معمولی باتوں پر جھگڑے شروع ہو جاتے تھے اور خون کی ندیاں بہہ جاتی تھیں۔ نسل در نسل دشمنیاں چلیں۔ آج اگر ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں تو وہ دور جاہلیت کا منظر پیش کر رہا ہے۔ سیاست ہو یا گھریلو زندگی، معاشرتی زندگی ہو یا سماجی، ہر جگہ گالی گلوچ کا کلچر فروغ پا رہا ہے۔ یہاں تک کہ دینی اور مذہبی حلقے بھی رواداری، برداشت، صبر و تحمل اور عدل وانصاف جیسی اعلیٰ صفات سے محروم ہو رہے ہیں۔

ہماری عدالتوں کے کیس دیکھیں تو تمام جرائم اور قتل وغارت کی بنیادی وجوہات میں بے صبری اور عدم برداشت سرِفہرست ہیں۔

خواجہ حافظ محمد عبداللہ نقشبندی ؒ ہمیشہ حوصلہ اور برداشت کا درس دیتے اور خود بھی اس پر عمل کرتے۔ اسی وجہ سے اپنے ذاتی معاملات میں پریشان نہ رہتے۔ آپ کا 14 سالہ بچہ انتقال کر گیا مگر آپ نے اور آپ کی اہلیہ نے اللہ تعالی کی مرضی کے سامنے ذرا بھی جنبش نہ کی۔ ہر معاملہ اللہ تعالی کے سپرد کیا۔[17]

ہمسایوں سے سلوک: اسلام ایک فطری اور اجتماعی مذہب ہے۔ جس کی انسانیت نواز تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر زندگی گزارنے کی تاکید کرتا ہے۔ آج کل کے نام نہاد مہذب معاشرے کی طرح نہیں کہ جس میں ہر جگہ انفرادیت ہی انفرادیت ہے اور ہر انسان صرف اپنی غرض کا غلام ہے، دوسرے کی زندگی سے کوئی واسطہ اور مطلب نہیں۔ یہ انفرادیت پسندی انسانیت نہیں بلکہ جانوروں کی سی زندگی ہے جہاں ہر فرد دوسرے سے مستغنی ہو کر صرف اپنے ہی مفاد کو فوقیت دیتا ہے۔ آج مغربیت زدہ "پوش کالونیوں" میں جا کر دیکھنے سے یہ المناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک محلے میں دو پڑوسی سالوں سے رہتے ہیں مگر ایک کو دوسرے کی حالت کا کوئی علم نہیں۔

آج حال یہ ہے کہ دور دراز رہنے والوں سے تو اپنے مفادات کی وجہ سے تعلقات بڑھانے کی فکر کی جاتی ہے لیکن اپنے قریبی پڑوسیوں پر کیا گزر رہی ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اسلام اس طرز فکر کا قطعاً مخالف ہے اور اس بہیمانہ زندگی کو انسانیت کے خلاف تصور کرتا ہے۔ پڑوسی خواہ کوئی بھی ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں داخل ہے۔

خواجہ حافظ محمد عبداللہ ؒ ہمیشہ ہمسائیوں سے حسن سلوک کرنے کی تلقین فرماتے اور خود بھی پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ ہر کام مستقل مزاجی سے سرانجام دیتے۔

فقیر محمد شفیع احمدانی نقشبندی لکھتے ہیں: "خواجہ حافظ محمد عبداللہ ؒ کو اپنے ہمسائے ہمیشہ پریشان رکھنے کی کوشش کرتے۔ کبھی جانور کھول دیتے۔

Ibid , p 185

[17]. مقامات درویش، ص46

Maqāmāt Darwīsh, p 46

کبھی مسجد میں تابوت رکھ دیتے۔ کبھی مسجد سے باہر نکال دیتے۔ لیکن صبر و تحمل کا یہ حال تھا کہ آپ اپنے مشن سے کبھی منہ نہ موڑتے نتیجہ یہ نکلا کہ قصبہ لاڈن شریف جو شیعہ آبادی کا مرکز تھا۔ سب نے اہل سنت مذہب اختیار کیا۔ ماسوائے ایک دو گھر کے "

انکساری: خواجہ حافظ محمد عبداللہ ؒ نے ساری زندگی عجز و انکساری میں گزاری۔ سنت کے مطابق گھر کا کام کاج خود فرماتے اور مریدوں کو بھی ہدایت کرتے کہ اپنے کام خود کریں اور انکساری اختیار کریں، بازار سے سودا سلف خود لاتے لنگر کا انتظام خود کرتے ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد اجازت فرماتے۔ فقیر محمد شفیع لکھتے ہیں:

"آپ ؒ کی عاجزی میں بھی ایک وقار تھا۔ ہیبت و جلال کی بھی کمی نہ تھی اور رعب و دبدبہ میں بھی شفقت اور شائستگی جھلکتی تھی درویش ہو یا تو انگر ،چھوٹا ہو یا بڑا سلام کرنے میں پہل فرماتے۔"

آپ ؒ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اکثر بیان فرماتے:

"ہر وہ شخص جسے اللہ تعالی نے راہ اسلام دکھائی ہو۔ اس کی صورت اچھی بنائی اور اس کا حال بھی اچھار کھا۔ تاکہ وہ ہوبے نام نہ رہے۔ اس کے علاوہ اسے عاجزی کی نعمت سے بھی حصہ عطا فرمایا اور اپنے برگزیدہ بندوں میں شمار کیا۔"

مولوی کا غرور: خواجہ محمد فضل علی شاہ قریشی مولویوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میری مولوی صاحبان کے ساتھ عداوت نہیں۔ وہ شریعت کے حامل ہیں۔ میں ان کا غلام ہوں۔ مولوی غرور میں مست ہیں۔ تبلیغ اور وعظ و نصیحت دوسروں کو نہیں کرتے۔ بس یہ کام ہے کہ فلاں کافر اور فلاں کافر ہے۔ کیا اسلام نے تم کو یہی سکھایا ہے کہ مسلمانوں کو کافر بناؤ؟ یہ بھی ایک غلطی ہے کہ اپنے لڑکوں کو دینی تعلیم سے محروم کر کے انگریزی پڑھانی شروع کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو اگر اولاد کو دین کا علم نہ سکھاؤ گے تو وہ بے دین ہو جائے گی۔ خود بھی دوزخ میں جائے گی اور تمہیں بھی دوزخ میں لے جائے گی۔ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے انگریزی تعلیم کا اثر برا ہوتا ہے۔ عقیدے صحیح نہیں رہتے، مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دو اور حقیقی معنوں میں عالم با عمل بناؤ۔"[18]

خواجہ محمد فضل علی شاہ قریشی ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ

"ایک لڑکے کو حجاج نے بلایا اسے کہا کہ قرآن شریف سے کچھ تلاوت کر لڑکا پڑھنے لگا:

اذا ذهب نصرالله والفتح و رايت الناس يخرجون من دين الله افواجا۔۔۔

حجاج نے اسے کہا کہ تو نے غلط قرآن کیوں پڑھا ہے۔ قرآن صحیح یوں ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔[19]

جب خدا کی مدد آپہنچی اور فتح (حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

لڑکے نے کہا کہ جس طرح آپ نے پڑھا ہے اس طرح حضرت رسول کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں پڑھا جاتا تھا۔ مگر اب "سید خلون" دین میں داخل ہونے کا زمانہ نہیں۔ "یخرجون" دین سے نکلنے کا زمانہ ہے، حجاج نے لڑکے کو کہا کہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ لڑکے نے کہا میں جانتا ہوں

---

[18]. ایضا ص31

Ibid , p 31

[19]۔القرآن 110 : 1تا2

Al-Quran 110 : 1-2

کہ تو ایک شیطان ہے قبیلہ بنی ثقیف سے۔ حجاج نے کہا تو کیسی گستاخی کرتا ہے میں تم کو مار ڈالوں گا۔ لڑکے نے کہا کہ موت ایک وقت آنی ہے۔ دیکھو اگلے وقت کے یہ لڑکے ہیں۔ اور یہ ہے ان کی استقامت۔ آج کل کے مولویوں کا حال قابل رحم ہے۔ اگلے وقت کے لوگ دین کے معاملے میں شیر تھے۔"[20]

یعنی مذکورہ بالا عبارت میں خواجہ محمد فضل علی قریشی نے فرمایا ہے کہ ہے آج کل کے علماء کلمہ حق کہنے سے ڈرتے ہیں اور شریعت کے ساتھ سمجھوتہ کر کے ظالم حکمران کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ یہاں آپ نے پہلے زمانے کے لوگوں کی مذکورہ بالا ایت بیان کر کے غیرت ایمانی کا احوال بیان کیا ہے۔

سائل سے مناسب بات کہنا: اگر کوئی مانگنے والا مولانا علی المرتضیٰ نقشبندی کے پاس آئے تو اسے احترام سے پیش آنا چاہیے۔ اس کی تحقیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کچھ آپ کے پاس ہو تو اسے دے دینا چاہیے۔ اگر نہ ہو تو اس سے معذرت کر لینی ضروری ہے۔ تاکہ اس کے دل آزاری نہ ہو۔

آپؒ فرماتے ہیں: "مانگنے والے سے مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات دینے سے جس کے بعد آزار پہنچایا جائے۔ اللہ تعالی بے نیاز ہے اور بردبار ہے۔"[21]

درویشوں اور مہمانوں کی خدمت: ابتدائی زمانہ میں حضرت خواجہ فضل علیؒ خود اپنے ہاتھ سے چکی میں آٹا پیس کر مہمانوں کے لیے لاتے۔ بیوی روٹیاں پکاتی اور حضرت سر پر رکھ کر لاتے اپنی زمین کی پیداوار سے لنگر چلاتے اور فرماتے کہ ہم درویشوں کے نوکر ہیں۔ مزدوری کرتے ہیں اور کھاتے ہیں ورنہ سب کچھ انہی کا ہے۔

خواجہ محمد فضل علی قریشی کے مہمان خانے میں ہر امیر و غریب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جاتا لنگر خانہ میں جو کچھ تیار ہوتا ہے مہمانوں کے اگے رکھ دیا جاتا تو لنگر کے علاوہ اندر گھر میں سے کوئی چیز ان معزز مہمانوں کو پیش کی جاتی یا لیٹنے کے لیے ان کو چارپائی عنایت فرمائی جاتی۔ روزانہ صبح و شام بیس پچیس مہمانوں سے کم نہ ہوتے اور بعض مہمان تو ہفتوں ٹھہرتے تھے، مگر کبھی مہمانوں کی کثرت اور ان کی آمد سے نہ گھبراتے تھے اور نہ ٹھہرنے والوں سے اشارۃً اور لوگ اپنی خوشی سے یا کنایۃً اکتاتے۔ لوگ اپنی خوشی سے آتے اور اپنی خوشی سے چلے جاتے۔ کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح نقشہ نظر آیا کرتا تھا:

ہر کہ خواہد گو بیا وہر کی خواہد گو برو   دار و گیر حاجب و دربان دریں درگاہ نیست[22]

(اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص حقیقت کو پانا چاہتا ہے، وہ کھلے دل سے اس کو قبول کرے، اور اس کے لیے کسی دروازے کے حاجب یا دربان کی

---

[20]۔ماہنامہ الحق، سمیع الحق، اکوڑہ خٹک، جولائی 1971ء/ جماعت الاول 1391 ہجری، جلد 6، شمارہ 10، ص 33

Māhnāmah al-Ḥaqq, Samīʿ al-Ḥaqq, Akora Khattak, July 1971 / Jamād al-Awwal 1391 AH, vol. 6, issue 10, p 33

[21]. نقشبندی، علی مرتضی، کشکول گدائی، مکتبہ ندارد، س ن۔، ص 186

Naqshbandī, ʿAlī Murtazā, Kashkūl-i Gadāʾī, Maktabah Nadārad, s.n., p 186

[22]. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی، گب میموریل ٹرسٹ، برطانیہ، 1940ء، دفتر اول، ص 23

Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī-yi Maʿnawī, Gibb Memorial Trust, UK, 1940, Daftar Awwal, p 23

ضرورت نہیں ہوتی۔)

حضرت خواجہؒ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے اور اس کی تلقین فرماتے۔ ہل چلانا، کھیت کاٹنا اور لنگر کے لیے جنگل سے لکڑیاں سر پر اٹھا کر لانا عام عادت تھی۔ ہر شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور نہایت توجہ سے مزاج پرسی فرماتے، جس سے ہر آدمی کو یہ خیال ہوتا کہ ان کی زیادہ توجہ میری ہی طرف ہے۔ خلفاء کو رخصت کرنے کے لیے دور تک ساتھ چلتے۔ مسافحہ اور معانقہ کے بعد اجازت فرماتے۔ ایک روز جماعت کے بعض آدمی کسی شخص کی دل آزاری کی باتیں کر رہے تھے انہوں نے سن لیا، ان کو منع کیا اور یہ شعر پڑھا:

مباش در پئے ہزار وہر چہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہ نیست[23]

جو شخص جس جگہ پکڑ کر بیٹھ جاتا وہیں بیٹھ جاتے۔ بعض اوقات لوگ جا بجا سوال کرتے آپ ہر ایک کو اس کی سمجھ کے مطابق جواب دیتے۔ کبھی خفا نہ ہوتے۔ لوگ دیر تک آپ کو بٹھائے رکھتے، لیکن پیرانہ سالی کے باوجود تنگ نہ ہوتے اور اس قسم کا برتاؤ فرماتے کہ ہر آدمی خوش ہو جاتا۔ کوئی شخص کیسا ہی کام بگاڑ دیتا کبھی کسی پر ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے۔

چھوٹوں کے ساتھ شفقت: اکثر دیکھا گیا کہ خواجہ فضل علیؒ چھوٹے بچوں کے ساتھ گھل مل جاتے اگر وہ ریش مبارک تک ہاتھ لے جاتے تو منع نہ فرماتے۔ حضرت خواجہؒ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ جالندھر میں حضرت شیخ اس وقت میں کھڑے ہوئے جب کھانا آیا اور تقسیم شروع ہو گئی۔ لوٹا لے کر تمام جماعت کے ہاتھ دھلائے اور خود کھانا لاتے اور جماعت کے سامنے رکھتے رہے۔

ایک واقعہ فقیر پور شریف میں عجیب واقعہ پیش آیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خواجہؒ خواجہ محمد فضل علی قریشی آرام فرما رہے تھے۔ مولانا عبد المالک صدیقی احمد پوری بھی لیٹ گئے۔ آپ باہر نکل کر جماعت کے جوتے جھاڑ جھاڑ کر رکھنے لگے حضرت مولانا عبد المالک احمد پوری کے کان میں اس وقت آواز آئی جب دو تین جوڑے باقی رہ گئے تھے وہ دوڑ کر بھاگے۔ اس وقت ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے کہ سب جماعت ہوشیار ہو گئی۔ جذب کی کیفیت سب پر طاری ہو گئی۔ ہر کوئی روتا تھا۔ آپ نے فرمایا: "تم اللہ اللہ کہنے والی جماعت ہو۔ میں نے اس لیے تمہارے جوتے صاف کیے کہ میری عاقبت اچھی ہو، تم بخل کرتے ہو اور روتے ہو"[24]

شرعی پردہ کی سخت تاکید: پردہ مسلمان عورتوں کی طبیعت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مسلمان عورت کے لئے حیاء طبعی امر ہے لہٰذا پردہ طبیعت کے موافق ہو، اور اسے قید کہنا غلطی ہے، ان کی حیا کا تقاضا ہی یہی ہے کہ پردہ میں مستور رہیں بلکہ اگر ان کو باہر پھرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ خلاف طبیعت ہو گا اور اس کو قید کہنا چاہئے۔

پردہ کا منشاء حیا ہے اور حیا عورت کے لئے طبعی امر ہے اور امر طبعی کے خلاف کسی کو مجبور کرنا باعث اذیت ہے اور اذیت پہنچانا دلجوئی کے خلاف ہے، پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا ظلم نہیں بلکہ حقیقت میں دلجوئی ہے

خواجہ عبد اللہ نقشبندیؒ پردہ کی سخت تاکید فرماتے۔ اپنے مریدین اور خلفاء کو ہمیشہ تلقین فرماتے کہ اپنے گھروں میں شرعی پردہ کا اہتمام

---

[23]. جیلانی، محمد علاؤالدین،، مقامات فضلیہ، دار السلام شیخ پورہ، سن ندارد، ص70

Jīlānī, Muḥammad ‘Alā’ al-Dīn, Maqāmāt-i Faḍlīyah, Dār al-Salām, Sheikhupura, s.n., p 70

[24]. ایضاً، ص73

Ibid , p 73

کیا کریں۔ شرعی پردہ کا اہتمام کرنے سے معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔[25]

مریضوں کی عیادت: صحت اور بیماری انسان کی زندگی کا حصہ ہیں۔ کوئی شخص نہ ساری زندگی صحت مند رہتا ہے اور نہ ہی ساری زندگی بیماری میں رہتا ہے۔ دین اسلام میں مریض کی عیادت کو فضیلت والا عمل قرار دیا گیا ہے۔ مریض کی عیادت کرنے سے انسان کے درجات کی بلندی ہوتی ہے اور جس مریض کی عیادت کی جائے اسے بھی تسلی وتسکین ملتی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔"عن ثو ن ، مولى رسول صلى عليه وسلم ، قال : قال رسول صلى عليه وسلم : من عاد مريضا ، لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع"[26]

"مسلمان جب اپنے بھائی کی عیادت کو جائے تو اس کے لوٹنے تک جنت کے پھل چننے میں مصروف رہا"۔

ایک دن حضرت صوفی خیر محمدؒ نے مریض کی عیادت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"مریضوں کی عیادت کرنا عین عبادت ہے۔ لہذا اپنے بھائیوں کی عیادت کے لیے ضرور جایا کرو اور ان کے پاس جا کر ان کی شفایابی کے لیے دعا کیا کرو اور اگر تم بیمار ہو جاؤ تو یہ کلمات دہرایا کرو۔ اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ۔[27]

یا اللہ میرے گناہ معاف فرما اور مجھے صحت عطا فرما۔

خدمت اور جانثاری: ایک روز ارشاد فرمایا کہ فقیر دریا خان میں حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ محمد سراج الدین کے واسطے بنگلہ تیار کر رہا تھا کہ گھر سے اپنے فرزند کی بیماری کی اطلاع ملی اور پھر فوتیدگی کی اطلاع بھی مل گئی۔ مگر فقیر بدستور بنگلہ تیار کرانے میں مصروف رہا اور گھر نہ گیا۔ جب بنگلہ تیار ہو گیا تو حضرت خواجہ سراج الدین کو مخاطب فرما کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا ۔

"تو نے مجھے خوش کیا اللہ تعالی تجھے خوش کرے گا اور اللہ تعالی تجھے اس کی مانند بنگلہ بہشت میں عطا فرمائے گا"۔[28]

اس ارشاد سے حضور کا اپنے پیر سے کمال اخلاص اور بے انتہا محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مرید کو اپنے شیخ کا اسی طرح تابعدار ہونا چاہیے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تاکید: مولانا علی المرتضیٰ نقشبندی ہمیشہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلقین فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں: "تم سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں پوچھا جائے گا، ان کو باقاعدہ ادا کرنے کی کوشش کرو۔ آپ ﷺ پر اس طرح یقین رکھو کہ بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ

---

[25]. مقامات درویش، ص56

Muqamat Darwesh , p 56

[26]۔ القشیری، ابوالحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دارالجیل، بیروت، 1334ھ، رقم: 6645 ، ج8، ص13

Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Dār al-Jīl, Beirut, 1334 AH, no. 6645,vol 8, p13

[27]. فیوضات خیریہ، ص70

Fiyooziyat Kheria , p 70

[28]۔ الحسنی، احمد حسن، صاحبزادہ، فیوضات حسنیہ، مکتبہ حسنیہ مجددیہ دربار عالیہ سواگ شریف ضلع لیہ، 199ء، ص171

Al-Ḥasanī, Fuyūḍāt-i Ḥasanīyah, p 171

مختصر۔"[29]

انگوٹھی مردوں کے لیے جائز نہیں: اسلام میں مردوں کے زیورات پہننے کے حوالے سے مخصوص حدود و ضوابط ہیں۔ انگوٹھی کے بارے میں احادیث اور فقہی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، لیکن سونے کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لیے ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عن علي رضي عنه، قال:" نهاني رسول صلى عليه وسلم عن خاتم الذهب، وعن لبس القسي، والميثرة الحمراء"[30]

"علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی سے اور قسی پہننے سے اور سرخ زین پوش سے منع فرمایا ہے"۔

فقہی رائے: اکثر فقہاء کے نزدیک مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اور وہ بھی اس شرط پر کہ وہ بہت پتلی اور ہلکی ہوتا کہ یہ عورتوں کے زیورات کی مانند نہ لگے۔

سونے کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لیے حرام ہے کیونکہ یہ عورتوں کے زیورات میں شامل ہے اور اسے پہننا مرد کی شان اور فطرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

مرد کے لیے انگوٹھی پہننا جائز تو ہے لیکن اس کا انداز اور جنس ایسی ہونی چاہیے جو مردانگی کے خلاف نہ ہو اور اسلامی ادب واخلاق کی پاسداری کرے۔ مردوں کے لیے انگوٹھی پہننے کے بارے میں مولانا علی المرتضیٰ نقشبندی فرماتے ہیں:

"سونے اور چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ عورتوں کے لیے ہے۔"[31]

امانت کی حفاظت: شیخ محمد عثمانؒ کے خلیفہ میاں حبیب اللہ مذکور کے مطابق حضور حضرت غلام حسن نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن میاں حبیب اللہ قاضی صاحب کے ہم رکاب تھے۔ قاضی صاحب کو بھوک محسوس ہوئی تو آپ کے مریدین میں سے ایک عورت نے چنے کی روٹی، مکھن اور لسی پیش کی۔ قاضی صاحب نے تھوڑی سی روٹی مکھن کے ساتھ تناول فرمائی اور لسی نوش کی۔ باقی روٹیاں میاں حبیب اللہ کے سپرد کی اور فرمایا: "اس روٹی کو محفوظ رکھنا پھر بھوک معلوم ہوئی تو کام آئے گی"

چنانچہ ایک سال بعد جب قاضی صاحب اسی مقام سے گزر رہے تھے تو بھوک محسوس ہوئی۔ خلیفہ صاحب کو فرمایا گزشتہ سال والی روٹی لاؤ۔ خلیفہ مذکور نے روٹی کو محفوظ رکھا ہوا تھا۔ پیر کی خدمت میں پیش کردی۔ قاضی صاحب نے فرمایا:

---

29. ایضاً، ص197

Ibid, p 197

30. سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 4051

Sunan Abī Dāwūd, ḥadīth no 4051

31. نقشبندی، علی مرتضی، کشکول گدائی، مکتبہ ندارد، سن ندارد، ص195

Naqshbandī, ‘Alī Murtazā, Kashkūl-i Gadā’ī, p 195

"تو ایماندار آدمی ہے اور امانت کے لائق ہے۔"[32]

اس کے بعد آپ نے اپنا تھوڑا سا لعاب میاں حبیب اللہ کے منہ میں ڈالا۔

آپ کی اس حکایت کو بیان کرنے سے مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ طریقت مرید مخلص کی ہر طرح آزمائش کرتا ہے۔ جب ثابت قدم پاتا ہے، تو معرفت الٰہی کی امانت اس کے سپرد کرتا ہے۔

داڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، آپ ہر مجلس میں ہمیشہ فرماتے کہ

"جس شخص کی داڑھی قبضہ سے کم ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے"[33]

صبر و تحمل کی تلقین

صبر و قناعت میں آپ کا یہ عالم تھا کہ سخت بیماریوں ، تکالیف میں بھی کسی پریشانی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ فرماتے۔ خدام صرف آپ کے انداز سے پہچان لیتے تھے کہ تکلیف یا بیماری ہے ورنہ پوری زندگی آپ کی زبان یہ شکایت نہ سنی گئی۔ آپ کی عادت بن چکی تھی کہ 80 سال کی عمر میں فاقوں اور افلاس میں زندگی بسر فرمائی مگر آپ کی کیفیت یہ تھی نہ تو کسی کے آگے سوال کرتے نہ ہی اپنے پیر مرشد سے اس کی شکایت کرتے۔ آپ کسی سے اس کے گھریلو حالات نہ پوچھتے بلکہ ہمیشہ نماز باجماعت اور طلبہ کے درس کے حالات دریافت کرتے۔ صاحبزادہ محمد حسن لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ پوچھنے پر آپ نے عرض کیا:

"بابو جیکر تیکو جو دی روٹی روکھی سوکھی مل جاوے اتے پنج وقت دی نماز وی مل جاوے اتے گڈری پا کے سم ونجیں بیا خدا کولوں کیا منگدیں۔"[34]

یعنی اگر تجھے جو کہ خشک روٹی مل جائے اور پانچ وقت کی نماز باجماعت مل جائے تو صدری پہن کر سو جائے تو پھر اور خدا سے کیا مانگتا ہے۔ پھر آپ یہ اشعار پڑھتے تھے:

پیر سکھائی ایہا ریت اے بہہ وچ حجرے یا مسیت
بیہا پر و تھ ٹکڑا کھا، پھٹا پرانا کپڑا پا غیر دے در تے مول نہ جا۔

اپنے مرشد کا یہ ہے کلام ہمیشہ آپ کے ورد زبان رہا اور ساری زندگی اس پر عمل کیا۔ تکلیف اور دکھ اور سب کچھ برداشت کیا مگر غیر کے در پر نہ گئے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رب ذوالجلال نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ سینکڑوں بھوکے پیاسے آپ کے دربار پر آئے اور جسمانی روحانی طور پر سیر ہو کر واپس گئے۔ آپ فرماتے تھے:

"میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے پیر کے ان مبارک الفاظ کو سنہری حروف سے لکھ کر گلے میں ڈال لو اور قبر میں ساتھ لے جاؤں۔"[35]

---

[32]. فیوضات حسنیہ، ص174

Fuyūḍāt-i Ḥasanīyah, p 174

[33]. فیوضات حسنیہ، ص180

Fuyūḍāt-i Ḥasanīyah, p 180

[34]. باروی، محمد حسن، صاحبزادہ، فیوضات بارویہ، مکتبہ بارویہ دربار عالیہ پیر بارو شریف فتح پور ضلع لیہ، 2011ء، ص5 3

Bāruwī, Muḥammad Ḥasan, Fuyūḍāt-i Bāruwīyah, Maktabah Bāruwīyah, Pir Bāro Sharīf, Layyah, 2011, p 53

گانا باجا کی ممانعت: پیر بارویؒ موسیقی سننے کے بہت خلاف تھے اور اپنے بیانات خطبات میں اسے نہ سننے کی ترغیب دیا کرتے تھے:

آپ نے فرمایا: "جو لوگ شریعت کی حدیں توڑتے ہیں۔ ہمیشہ ان کے لیے ذلالت ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر یا کسی دوسرے موقع پر گانا بجانا، ناچنا، بری اور ناجائز اور رسوم ہیں۔ شادی کے بعد صرف دعوت ولیمہ حسب استطاعت سنت ہے۔ لوگوں کو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے سے ساکھ کی فکر لگ جاتی ہے"

خواجہ محمد فضل علی قریشی ہندو کے گھر کے کھانے کے متعلق فرماتے تھے:

"ہندو کے گھر کی کوئی چیز نہ کھاؤ۔ ان کے تمام میں پلیدی کا اثر ہے جس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔"

ایک روز خادم مولانا محمد مسلم سے فرمایا: "فضول مباحات ترک کر دے اور ہر شے میں شرعی احتیاط کا خیال رکھا کر۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ جب کرنے لگے گا تو آسان ہو جائے گا۔"[36]

خلاصہ کلام: مجدد الف ثانی نے اپنی اصلاحی تحریک کے ذریعے اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت، اور معاد کا تحفظ کیا اور فرقہ واریت سے بچاؤ کی بنیاد رکھی۔ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے صوفیاء نے نقشبندی سلسلے کے تحت اس فکر کو مقامی سطح پر پھیلایا اور عوام کو دینی اور اخلاقی اصلاحات کی ترغیب دی۔ انہوں نے ذکر اللہ، شریعت کی پابندی، اور روحانی تربیت کو اہمیت دی، جس سے معاشرتی اصلاحات کی کوششوں کو فروغ ملا۔ ان صوفیاء نے مجدد الف ثانی کی دینی فکر کو عملی طور پر اپنایا اور اپنی زندگیوں میں اس کا عکاس کیا۔

CC BY NC SA This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

---

35. فیوضات بارویہ، ص 53

Fuyūḍāt-i Ḥasanīyah, p 53

36. مقامات فضلیہ، ص 100

Fuyūḍāt-i Ḥasanīyah, p 100